

مما فبما الامور ۔

ترجمہ - یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بینک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔

۴۔ خلافت میں مصلح اعلیٰ | آسمانی بادشاہت میں مصلحتہ اعلیٰ (سرکاری پالیسی) رحمت عامہ ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ اخوۃ اور شفقت علی الحق ہے جس سے تمام اقوام و ملل اور تمام اوطان و اقائیم مل کر خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو سکتی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۔ قول اللہ عزوجل انما المؤمنون اخوة

اور ہم نے آپ کو کسی بات کے لئے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان پر مہربانی کرنے کے لئے اور مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں ۔

۵۔ خلافت میں میزان اعلیٰ | آسمانی بادشاہت میں میزان اعلیٰ قانون قدرت ہے جو بعض طبعیات اور اسباب کام کرتا ہے ۔ خلافت میں اس کا نمونہ قانون شریعت ہے جو بعض عقل و اختیار کا پر دار ہے جس کے معیار سے اقوام عالم سر بلند اور سرنگوں لی جاتی ہے ۔ ارشاد ہے : بیدہ المیزان یرفع بہ اقواما ویضع بہ آخرین (مسلم)

اسی کے ہاتھ میں میزان ہے جس سے وہ کسی قوم کو سر بلند کر دیتا ہے اور کسی کو سرنگوں ۔

۶۔ خلافت میں حلف وفاداری | آسمانی بادشاہت میں حلف وفاداری بصورت طبعی انقیاد و تسلیم ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ ارادی بیعت امیر ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ان الذین یمایعونک انما یمایعون اللہ ید اللہ فوق ابیدہم ۔

جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ۔

۷۔ خلافت میں علی اطاعت شعاری | آسمانی بادشاہت میں شاہی اطاعت بمعنی عبادت ہے ۔ اور خلافت میں بمعنی سمع و اطاعت ہے ۔ حدیث شریف میں ہے :

اسمعوا واطیعوا ولو امر علیکم عبد حبشی فبشئ معبدع الاطراف

سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم امیر بنا دیا جائے کوئی حبشی غلام جس کے دست و بازو بھی صحیح سالم نہ ہوں بریدہ ہوں

یعنی بظاہر ذلیل حقیر سمجھا گیا ہو ۔

اپس آسمانی بادشاہت کے نظام سے جو خلافت میں کھے گئے ہیں ۔ خلافت کے بھی سات ہی اصول و ارکان ثابت ہو جاتے ہیں ۔ امیر عامہ ۔ قانون سماوی مجلس شوریٰ ۔ اقامت دین ۔ اخوت و مسادات ۔ بیعت خالص ۔ سمع و طاعت ۔

خلافت سے شناخت کا راز [ان مذکورہ سات آسمانی اصول کا اسوہ لے کر جب خلافت کا دھماکہ نہ پھیرا گیا جائے گا اور اس میں سات اصول بحیثیت مجموعی استعمال کئے جائیں گے تو اس کی روشنی سے خود بخود اسلامی سلطنت کے ایسے انداز پیدا ہو جائیں گے جو اسے آسمانی بادشاہت اور آسمانی بادشاہت کا پیرو بنادیں گے۔ اور اس ادارت میں سے بعد کی اختراعی حکومتوں اور اصطلاحی سیاستوں کے بہت سے ایسے اصول کی جڑ کٹ جائے گی جنہوں نے نتیجہ کے طور پر انسانوں کو خدائی اختیارات دے کر انسانی برادری کو بد اخلاقیوں، بد اعمالیوں اور باہمی چھوٹ کا شکار بنایا اور دنیا کے امن و سکون کو بے معنی کر دیا ہے۔

خلیفہ کے القاب [حضرت ابو بکرؓ عالم اسلامی کے نظم و نسق اور آئین اسلام کے قیام میں آنحضرت ﷺ کے قائم مقام تھے اس لئے آپ کا لقب خلیفہ رسول اللہؐ تھا۔ حضرت عمرؓ کا لقب کچھ عرصہ خلیفہ رسولؐ کا اس لئے اس لفظ کے ترکیبی نقل کی وجہ سے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا گیا۔ یہ لقب اس پر بھی ملے گی روشنی ڈالتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے حکومت کا دائرہ وسیع کرنے کا عزم کر لیا تھا اور حضرت عمرؓ ان کے قائد تھے کیونکہ "امیر" عہد جاہلیت میں فوج کے سردار کو کہا جاتا تھا۔ اسلام میں حضرت عمرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ لقب اختیار کیا تھا۔ سچ پوچھئے تو حضرت عمرؓ ہی کی روحانی قیادت، فتوحات اسلامیہ میں کارفرما تھی اس لفظ کے مفہوم میں جنگی اور انتظامی قیادت داخل ہے۔ آپ اس کے صحیح مصداق تھے خلیفہ کو "امام" اس لئے کہا جاتا تھا کہ اُسے مذہبی تقدس حاصل تھا اور وہ نماز میں امامت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ جو مسلمانوں میں دینی مرکزیت پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ قرآن میں یہ لفظ پیشوا، رہنما اور سردار کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسلام کے دورِ اول میں خلیفہ کے تین لقب تھے خلیفہ امیر المؤمنین اور امام یہ خلیفہ کے مشہور القاب تھے (النظم الاسلامیہ، انڈیا کٹر حسن ابراہیم حسن پروفیسر تاریخ اسلام قاہرہ یونیورسٹی) خلیفہ کی صفات اور شروط خلیفہ کے لئے علم، عدالت، کفایت اور ان اعضاء اور حواس کی صحت و سلامتی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ جن کا اثر رائے اور عمل پر پڑتا ہو۔ امام انقلاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ الباغہ میں خلیفہ کے لئے مندرجہ ذیل شرائط اور صفات ذکر کئے ہیں۔

۱۔ واضح رہے کہ خلیفہ کے اندر عاقل بالغ آزاد مرد و شجاع صاحبِ رائے سننے والا اور دیکھنے والا اور گویا ہونا شرط ہے اور اس کا ایسا شخص ہونا شرط ہے کہ لوگ اس کی اور اس کے نسب کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی فرمان برداری سے عار نہ کرتے ہوں اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وہ سیاست مدینہ میں حق کا اتباع کرے گا یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر عقل دلالت کرتی ہے اور انزل جملہ اسلام اور علم اور عدالت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی مصالح بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوتے اور اس پر مسلمانوں کا اجتماع ہے اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں حاکم بنا دے گا

جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ مقدمہ ابن خلدون میں امامت کے لئے علم، عدالت، کفایت اور سلامتی جو اس و اعضا شرط قرار دئے گئے ہیں۔

انتخاب خلیفہ | خلافت چند طرح سے منعقد ہوتی ہے ایک تو ان لوگوں کے بیعت کر لینے سے جو محل و عقد کے مالک ہیں۔ جیسے علماء اور رؤسا اور وہ امرا بشکر جو صاحب الرائے اور قوم کے خیر خواہ ہوں جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ وصیت کرے کہ فلاں شخص کو خلیفہ بناؤ جس طرح حضرت عمرؓ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی خاص شخص کے لئے قوم کے اندر مشورہ ہو جس طرح حضرت عثمانؓ بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص جس میں یہ شرائط پائی جائیں لوگوں پر قادر اور مسلط ہو جائے جس طرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

وجوب تقرر خلیفہ و امام | خلیفہ و امام کا تقرر و تعیین واجب اور لازمی ہے۔ اور اس کا وجوب اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو صحابہ کرام نے فوراً ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اور اپنے اسور علی انہیں کے سپرد کئے۔ پھر آپ کے بعد بھی انتخاب خلیفہ و امام کو نہایت اہمیت تھی اور ہر زمانہ میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ کبھی انسانوں کو آزاد بے مہار نہیں چھوڑ دیا گیا۔ تو گویا اس لحاظ سے خلیفہ اول و امام کے تقریر اجماع امت ثابت ہوا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ امامت کا قیام اجماع کی رو سے نہیں بلکہ عقل کے تحت واجب ہے۔ اجماع امت نے عقل کے تقاضے کو نافذ و جاری کیا ہے اور عقل امامت کی اس لئے مقتضی ہے کہ انسان کی اجتماعی زندگی اور اس کا وجود بغیر امام کے ممکن نہیں کیونکہ جب بنی نوع انسان مل جل کر رہیں گے تو اغراض و مقاصد کے آپس میں ٹکرنے کی وجہ سے وہ بغیر لڑے بھڑے رہ نہیں سکتے۔ پس جب تک کوئی فیصلہ کن حاکم نہ ہو گا دنیا پوری کی پوری میدان جنگ بن جائے گی۔ اور پھر آخر میں ہلاکی کے بھیندڑ چرے گی۔ اور نوع انسانی ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ نوع انسانی کی حفاظت شریعت کا نہایت اہم مقصد ہے لیکن حکمران کا قول ظاہر البطلان ہے کیونکہ لوگ خود سمجھ سمجھا کر ظلم و تعدی اور جنگ و جدال سے ہمتہ کھینچ لیں۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ خلافت و امامت کی ضرورت و وجوب پر صرف اجماع امت دلالت کرتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

دینی خلافت اور دنیاوی سلطنت کا فرق | خلافت کے متعلق جو کچھ اوپر مذکور ہو چکا ہے اس سے یہ شبہ گزرتا ہے کہ

خلافت بعض بادشاہت اور سلطنت کا نام ہے تو ہر ایک بادشاہ کو خلیفہ کہا جاسکتا ہے اور خلافت کو مذہب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں خلیفہ صرف اس بادشاہ یا حکمران کو کیا جاسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حکومت و سلطنت کا وارث اور امر سلطنت میں آپ کا جانشین ہو اور اعمال دینیہ یعنی نماز، فتویٰ، قضا

عدالت احتساب جہاد وغیرہ کا مہتمم اور تکالیف شریعہ پر عوام الناس کو آمادہ اور عمل کرنے کی ہدایت کرے بشرطیت اسرام مصالح دنیوی اور مصالح اخروی دونوں پر مشتمل ہے۔ ایک غیر مسلم اور دنیوی یا دشاہ کے ذریعہ جو نوع انسان کی خدمت اور رفاه عام کا کام انجام پذیر ہوتا ہے۔ اس سے بدرجہا بہتر کام خلیفہ یعنی احکام رسول کے موافق کرنے والے کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ ایسی حکومت جو قانون شرع کے موافق دنیا میں قائم رہی وہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی حکومت تھی اسی حکومت و سلطنت کا نام خلافت راشدہ ہے۔ (ذالیخ اسلام)

بیعت اور شوری | خلیفہ کے انتخاب کے بعد بیعت اور اس طرح شوری کو تشکیل دینا بھی اہم اور ضروری مقاصد میں سے ہیں مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ بیعت طاعت پر عہد کرنے کا نام ہے۔ گویا بیعت کرنے والا اپنے امیر سے عہد کرتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی اور مسلمانوں کے تمام امور میں امیر کے اختیارات کو تسلیم کرتا ہے۔ پھر یہ رسم چلی آ رہی ہے کہ جب امیر سے بیعت کرتے ہیں اور عہد باندھتے ہیں تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تاکہ عہد کی اور زیادہ سختگی ظاہر ہو۔ یہ فعل گویا بایع و مشتری کے فعل کے مشابہہ ہوا اس لئے اس کا نام بیعت رکھا۔ جو باع کا مصدر ہے اور اب بیعت مصنفہ کرنے سے عبارت ہوتی۔ بیعت اخلاف اور ایمان البیہ بھی اسی زمرہ کی چیز ہے اور اب عرف میں بیعت کے لفظ کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے جو دراصل عہد علی الاطاعت کا نام ہے۔

شوری سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب مدظلہ لکھتے ہیں :-

قانون فہمی کے لئے ایک مجلس کا ہونا ناگزیر ہے کیونکہ اسلام کے جامع احکام میں مناسب وقت ہدایات اخذ کرنے میں ایک دماغ کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو قانون سازے دماغوں کے مجموعہ پر حاوی ہونے کے لئے آتا رہا ہو اس کے مجموعہ پر ایک جزی اور شخصی دماغ حاوی کیسے ہو سکتا تھا اس لئے امیر اور قانون سہادی کے ساتھ مجلس شوری لازم کی گئی۔ پس شوری کا اہم اور بنیادی کام یہ ہے کہ امیر کو نہ قانون سہادی سے باہر جانے دے اور نہ قانون کے اندر غلط روی اختیار کرے۔ اس لئے اسلام میں امیر کو مجلس شوری کا پابند بنایا گیا نیز اقتدار اعلیٰ کے ساتھ طار اعلیٰ یعنی امیر کے ساتھ مجلس شوری کا جوڑ لگا دینے سے ایک طرف تو شخصی سلطنت اور استبداد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اور دیکھ کر شب کسی نہج سے بھی اسلامی چیز قرار نہیں پاتی ساتھ ہی موروثیت اور خاندانی گدی نشینی کی بھی جڑ نکل جاتی ہے اور امیر مصالح کا انتخاب اساسی چیز قرار پاتا ہے :-

